اردو افسانہ - ایک اجمالی جائزہ

افسانہ کی تعریف:

انگریزی ادب میں لفظ فکشن Fiction وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح اردو ادب میں لفظ "افسانہ" ایک تشریح طلب مسئلہ ہے۔ اس لفظ کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ افسانہ ہے کیا؟ اس کی روایت اور تاریخ کتنی پرانی ہے؟ یہ سارے سوالات تشریح طلب ہیں۔

فکشن ایک لاطینی لفظ ہے روبرٹ سولیش (Robert Scholes) نے اپنی کتاب ایلیمنٹ آف فکشن میں فکشن کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"فکشن کے ذریعہ کہانی بنتی ہے۔ فکشن کی تعریف تشریح طلب ہے"

(Element of fiction by Robert Scholes 1968)

روبرٹ سولیش نے لفظ فکشن کی صحیح تعریف کے لئے ادب کے چار رخوں کا مطالعہ کرنا ضروری قرار دیا ہے (۱) History (۲) Realism (۳) Romance (۴)Fantasy فکشن کے یہ چار خوبصورت اور موثر رنگ ہیں اور ان رخوں کے صحیح استعمال

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سے ہی اس کی تعریف ممکن ہے۔

اردو میں لفظ افسانہ کی تعریف بھی اتنی مشکل اور تشریح طلب ہے جتنی کہ لفظ فکشن کی تعریف کرنا چونکہ اردو افسانہ یا مختصر افسانہ کی ہم جب بھی تعریف کریں تو ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ مختصر افسانہ مختلف ادبی اصناف سے متاثر ہو کر وجود میں آیا ہے۔ افسانہ نے ناول سے فن مستعار لیا اور اپنی سہولت کے مطابق اس فن میں تبدیلیاں کیں، ڈرامہ سے اتحاد اثر، سادگی اور اختصار لیا وہیں داستان سے منظر کشی اور ان تمام خوبیوں کو بے حد اختصار سے استعمال کیا اور اس فن میں دلچسپی بڑھا دی۔ یہی وجہ ہے کہ مختصر افسانہ کی منطقی تعریف بہت دشوار ہے۔

مختصر افسانہ نثری ادب کا ایسا روشن پہلو ہے جو اختصار اور گہرے تاثر کی وجہ سے نثری ادب میں ناول نگاری اور ناولٹ کے فن سے ممتاز نظر آتی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برینٹیکا میں مختصر افسانہ Short Story کی تعریف اس طرح ہے۔

> "The short story is a kind of prose fiction, usually more compact and intense than the novel and the short novel (novelette). Prior to the 19th century it was not generally regarded as a distinct literary form. But although in this sense it may seem to be a uniquely modern genre, the fact is that short prose fiction is nearly as old as language itself."
>
> (Encyclo Paedia Britanica, Vol-16, Pg-711)

انسائیکلوپیڈیا آف لٹریچر میں مختصر افسانہ کی تعریف کچھ اس طرح سے ہے۔

''مختصر افسانہ سب سے زیادہ قدرتی صنف ادب ہے اس کی پہچان

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

خواہ کسی بھی رخ سے کی جائے یہ اظہار کا مختصر ذریعہ ہی رہتا ہے یہ
سب سے آزاد طرز تحریر ہے کسی بھی قسم کی شاعری سے یا ناول سے بھی
زیادہ آزاد طرز تحریر ہے۔ ایک افسانہ میں وہ سب کچھ ہوسکتا ہے جو
ایک نظم میں یا ناول میں نہ ہو، ایک افسانہ بیک وقت ایک نظم یا ناول یا
دونوں ہی ہوسکتا ہے لیکن اس کے برعکس کوئی نظم یا ناول مختصر افسانہ نہیں
ہوسکتا ہے۔

(Steinbery, S.H, (Ed) Encyclo Paedia of Literature, Vol-1)

اڈگر ایلن پو جو کہ موجودہ مختصر افسانہ کے رہنماؤں میں شمار کئے جاتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب دی ریڈر کمپینین ٹو دی ورلڈ آف لٹریچر میں مختصر افسانہ کی تعریف اس انداز سے کی ہے ملاحظہ ہو:

"مختصر افسانہ ایک ایسی بیانیہ صنف ادب ہے جو اتنی مختصر ہو کہ ایک
بیٹھک میں ختم کی جاسکے۔ جسے قاری کو متاثر کرنے کیلئے لکھا گیا ہو اور
جس سے وہ تمام غیر ضروری اجزا نکال دیئے گئے ہوں جو تاثر قائم
رکھنے میں معاون نہ ہو۔"

Edger Allan Poe's thesis that "Stories must have a compact, unified Effect."(Pg.-415)

اتنی بات تو ہم سب جانتے ہیں کہ افسانہ کہنے یا لکھنے کا مقصد کسی کہانی یا کسی مختصر سے واقعہ کو پیش کرنا ہوتا ہے۔ قصہ کہنا اور قصہ سننا انسانی فطرت میں شامل ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کہانی کا فن اتنا ہی قدیم ہے جتنی کہ انسانی تہذیب۔ انسان نے جب سے بولنا سیکھا وہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کی کوشش میں اپنی بات کو دلچسپ انداز میں بیان کرنے لگا۔ لیکن جب انسان بول چال کے آرٹ سے محروم تھا تو اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے وہ اشاروں کا سہارا لیتا اور اپنی حرکات وسکنات اپنی جسمانی قوتوں کے استعمال کے سہارے اپنی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

بات دوسروں تک پہنچاتا رہا ہے لیکن جیسے جیسے انسان نے ترقی کی، لفظوں کے استعمال کا ہنر سیکھا وہ قوت گویائی کا استعمال موثر انداز میں کرنے لگا اور کہانی کے فن کا آغاز ہوا۔ نثری ادب میں جتنی بھی صنفیں موجود ہیں وہ سب انسان کی اسی فطرت کی مرہون منت ہے جس نے کہانی کے فن کو ترقی دی یعنی وقت گزاری کے لئے یا تھکان دور کرنے کے لئے کہانی سننا اور کہنا۔

انسان نے جب سے بولنا سیکھا اس نے اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے اور اپنی بات میں دلچسپی قائم رکھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ پر کشش الفاظ میں واقعات کو پیش کیا۔ یہ اور بات ہے کہ آج کی تیز رفتار زندگی میں کسی کو اتنی مہلت نہیں کہ وہ قصے کہانیوں میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحے ضائع کرے۔ لیکن کسی زمانے میں دن بھر کا تھکا ہارا انسان اپنی تھکان کو دور کرنے کے لئے جب دوستوں کے حلقے میں بیٹھتا اور اپنی کہتا دوسروں کی سنتا۔ تب جسے جو یاد ہوتا اپنی یادداشت بھر کہتا اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتا کہ وہی توجہ کا مرکز رہے۔ اسی طرح قصہ کہنے اور سننے کی روایت قائم ہوئی۔

ہم جب بھی اردو افسانے کی بات کریں گے تو اس سے قبل ہمیں داستانوں کا حوالہ دینا ضروری ہو جائے گا۔ کیونکہ داستان ہی کی ترقی یافتہ شکل آج افسانوں اور مختصر افسانوں کی شکل میں ہم دیکھتے ہیں۔ افسانہ یا مختصر افسانہ انسان کیلئے کوئی نئی چیز نہیں کیونکہ افسانہ کا ماخذ کہانی ہے جو روزِ اول سے ہی انسان کا محبوب ترین مشغلہ ہے اور مشرق و مغرب دونوں میں اس فن نے مختلف شکلیں اختیار کیں اور مختلف ناموں سے پہچانی گئی ہے۔ مشرق میں (۱) قصہ (۲) کہانی (۳) داستان (۴) حکایت (۵) روایت وغیرہ ناموں سے تو مغرب میں "Myth 'Romance' Tale 'Parable' Fable' Legend"

گوئٹے نے کہا تھا "فن کی انتہا حیرت ہے" اس قول کے آئینے میں جب ہم اردو ادب کے نثری اصناف کا جائزہ لیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ افسانے کا حریف ادب میں کوئی نہیں لیکن اس بات سے بھی انکار کی گنجائش نہیں کہ ہر کامیاب افسانے کے واقعات کہیں نہ کہیں غیر متوقع انداز

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

میں چل پڑتے ہیں اور راہ میں اچانک ہی کسی موڑ پر ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ داستانوں کی تحیر آفرینی بھی افسانے کا ہمسفر ہے۔

انسان کو سمجھنے کا بہترین ذریعہ خود انسانی فطرت کا مطالعہ ہے اور یہ مطالعہ ہمیں زمانہ قدیم سے لیکر آج تک قصے کہانیوں، داستانوں ناولوں اور افسانوں کے ذریعہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہر انسان کی پہلی دلچسپی اپنی ذات میں ہوتی ہے اور اپنی ذات کی نمائش کے لئے اس نے دیگر ذرائع تلاش کئے یعنی فن مصوری، بت گری وغیرہ۔ ان فنون کا مقصد انسان کے حرکات وسکنات، شکل وصورت کا اظہار ہوتا ہے، اور اس سے آگے اس نے ادب کو ذریعہ بنایا۔ ادب کی شاخ افسانہ یا مختصر افسانہ میں انسان نے اپنی حقیقی زندگی کی تصاویر کو ابھارا تو کبھی اپنی خواہشوں کا اظہار کیا اور کبھی ان خواہشوں سے محرومیوں کا ذکر کیا۔ غرض انسان کو زندگی میں جن جن چیزوں کا ارمان تھا افسانے میں وہ تمام چیزیں اس نے مہیا کرلی۔ لیکن اس کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ فن داستان یا افسانے نے حقیقت سے منہ چھپا کر زندگی سے فرار کو اپنا شیوہ بنالیا۔

فن افسانہ یا مختصر افسانہ انسان کی اس کوشش کا نتیجہ ہے جس میں اسے زیادہ وقت صرف نہ کرنا پڑے کیونکہ آج کی اس تیز رفتار، سائنسی زندگی میں ہر کسی کو وقت کی تنگی کا گلہ ہے۔ اور مختصر افسانہ نے اپنے پڑھنے والوں کی اس مشکل کو بخوبی کم کردیا ہے آج کے انسان کی خواہش اور فطرت کی تکمیل کے مدنظر افسانہ کے فن نے اپنے فن میں اتنی لچک اور لوچ پیدا کرلی ہے کہ اس میں بیک وقت نزاکت، حقیقت، رومان، ایجاز واختصار یکجا ہے۔ اور اس کے چاہنے والوں کے لئے اس فن نے وہ تمام چیزیں فراہم کردیں ہیں جس کی اسے تلاش تھی اس لئے اس فن نے اتنی ترقی اس قدر جلد حاصل کرلی کہ چند لفظوں میں اس کے بارے میں بیان کردینا ممکن نہیں۔ اس فن نے اتنی شکلیں بدلی ہیں کہ اس کی پہلی اور موجودہ ہیئت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ انسانی فطرت اور مزاج کے مطابق اس فن میں تمام لوازم موجود ہے جس کے مطالعے سے اس کے جذبات کی تسکین کے ساتھ ساتھ اس کے روح وذہن کو سکون بھی ملتا ہے یہ جس زمانے کی چیز ہے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اس زمانے کے مزاج کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کی تمام خصوصیتیں بھی اس میں موجود ہیں۔ زمانے کے ساتھ یہ بڑی تیزی سے ترقی کرتا جارہا ہے اوراب یہ فن اس منزل پر پہنچ گیا ہے جہاں تک اس کے پہنچنے کا تصور بھی مشکل تھا لیکن افسانے کے فن کو ابھی اور بھی بدلنا ہے اور ابھی اور اونچائی پر پہنچانا اس کا مقدر ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہے　　　ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہے

انسان کی سوچ وفکر کی عادت نے اسے چاند تک پہنچادیا ہے اور اسی عادت نے اسے سوچنے پر مجبور کردیا کہ ستاروں کے آگے بھی جہاں ہے ٹھیک اسی طرح افسانہ یا مختصر افسانہ اپنی ترقی کے باوجود اپنی منزل ستاروں سے بھی آگے تلاش کرنے میں مشغول ہے۔ حیات وکائنات کا کوئی ایسا موضوع نہیں جسے افسانے کے فن نے اپنی آغوش میں جگہ نہ دی ہو لیکن کائنات میں اب بھی ایسے بہت سے پوشیدہ اور خوش نما راز ہیں جنہیں افسانہ میں ظاہر ہونا باقی ہے۔

افسانے کے فن کے بارے میں رام لال نے اپنی کتاب ''افسانے کی نئی تخلیقی فضا'' میں اس خیال کا اظہار کیا ہے جو یہ ہے:

> ''نئے افسانے کی تخلیق اب وابستگی، غیر وابستگی، گردوپیش کے بارے میں سوچنے، اسے سمجھنے اور اس سے متعلق فکری اظہار کے مختلف رویے سے عبارت اور تخلیقی اظہار ہمیشہ ذاتی فکر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح کوئی باشعور آدمی دیکھتا ہے اور سوچتا ہے اور پھر اپنے فکری خاکے کے خدوخال سنوارتا ہے کسی بھی تصویر کے سارے رخ کبھی ایک سے نہیں ہوتے کیونکہ آنکھ کا زاویہ کبھی ایک سا نہیں ہوسکتا۔''

(اردو افسانے کی نئی تخلیقی فضا۔ از: رام لعل، ۱۹۸۵ء سانت پرکاشن، نئی دہلی، صفحہ-۳۳)

اسی طرح افسانہ ہو یا مختصر افسانہ اس فن نے اپنے چہرے کو ہر زاویہ سے اس قدر جاذب نظر بنایا ہے کہ اس کو جس بھی رخ سے دیکھا جائے ہر قاری کو اپنے مذاق (Test) کے موافق

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

دلچسپی کا سامان ملے گا۔

مختصر افسانہ کی تعریف کرتے ہوئے ہمیں اس بات کو ذہن میں رکھنا بے حد ضروری ہوجاتا ہے کہ مختصر افسانہ، مختلف ادبی اصناف سے متاثر ہوکر وجود میں آیا ہے۔ اب مختصر افسانہ نثری ادب کا وہ روشن پہلو ہے جو اختصار اور گہرے تاثر کی وجہ سے دیگر نثری اصناف سے ممتاز ہے۔ یہ ایک ایسا مختصر قصہ ہوتا ہے جس میں حقیقی ماحول کی عکاسی ہوتی ہے، جس کی زبان عام فہم ہوتی ہے اور جس میں معنی خیز الفاظ کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی طوالت پر قابو بھی رکھا جاتا ہے۔

افسانہ نگار جب زندگی کے کسی ایک پہلو کا انتخاب کرتا ہے تو اس کے ذہن میں اس عظیم کائنات کی تصویر ہوتی ہے اور اس کائنات کے چند واقعات و تجربات ہی ایسے ہوتے ہیں جو اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور وہ اپنے افسانوں میں اس کا بیان کرتا ہے اور بہت غور و فکر کے بعد وہ جن پہلوؤں کا مطالعہ کرتا ہے اور جو چیزیں اسے متاثر کرتی ہیں یا جن واقعات کو اس کا ذہن فراموش نہیں کر پاتا وہ ان کو اپنے افسانوں میں پیش کرتا ہے اور اس کوشش میں رہتا ہے کہ اپنے تجربات و مشاہدات کو دوسروں تک موثر انداز میں بیان کر سکے۔ بقول وقار عظیم جو باتیں مختصر افسانے کی خوبیوں میں شمار کی جاتی ہیں یا افسانے کے جائزے کے بعد جو باتیں نمایاں طور پر سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں:

"۱) مختصر افسانہ نثر کی ایک مختصر بیانیہ تحریر (تخلیق) ہے جو ایک واحد ڈرامائی واقعے کو ابھارتی ہے۔

۲) مختصر افسانے میں کسی ایک کردار (یا کرداروں کے ایک مخصوص گروہ) کے نقوش نمایاں کیے جاتے ہیں۔ (اس میں کردار کی ذہنی کشمکش یا اس کی زندگی کا کوئی ایک واقعہ بھی شامل ہے)

۳) مختصر افسانے میں واقعات کی تفصیل اتنے اختصار اور ایجاز کے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ساتھ بیان کی جاتی ہے کہ پڑھنے والے کا ذہن اس کا ایک (واحد)
اثر قبول کر لے۔

اس کے علاوہ ان مختلف تعریفوں میں جن دوسری باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

۱) مختصر افسانہ ایسا ہونا چاہئے کہ اسے آدھے گھنٹہ میں پڑھا جا سکے۔

۲) مختصر افسانہ میں کوئی واضح آغاز و انجام نہیں ہوتا۔"

مختصر افسانے کی پہلی شرط اختصار ہے اس لئے اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے افسانہ نگار جب اپنی تخلیق میں سرگرم ہوتا ہے تو اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ قاری کی توجہ زیادہ سے زیادہ اپنی تخلیق کی جانب مبذول کرا سکے۔

اردو افسانے کی بنیادی خصوصیت:

اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ مختصر افسانہ ایک صنف کی حیثیت سے مغرب سے مشرق آیا، اردو والوں نے بھی اسے گلے لگایا، اسے سراہا، اس کی تعریف کی اور اس صنف پر پوری توجہ صرف کی اور دیکھتے ہی دیکھتے افسانہ مقبولیت کے اس درجے کو پہنچ گیا کہ لکھنے والوں کی ایک پوری جماعت سامنے آ گئی۔ افسانہ ایک صنف کی حیثیت سے متعارف ہونے سے قبل، ہمارے معاشرے، ہماری تہذیب میں فن قصہ گوئی، کہانی سننے اور سنانے کا مشغلہ، کہانی اور داستان کے روپ میں پیش کرنے کا رواج موجود تھا۔ آج افسانہ نگاری کی روایت اتنی روشن، جاندار اور مستحکم ہو چکی ہے کہ اس پر صدیوں پرانی ہونے کا گمان ہوتا ہے لیکن درحقیقت افسانے کی عمر کم و بیش سو سال ہونے کو ہے اس کی مقبولیت کی اہم وجہ یہ ہے کہ داستان، کہانی قصہ اور حکایت میں بہت سی خصوصیات ایسی تھیں جو مغرب سے آئیں افسانہ یا مختصر افسانہ میں بھی کسی نہ کسی روپ میں موجود تھیں وقار عظیم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ: ؎

"فسانہ آزاد اور باغ و بہار کے بعض اجزاء کو الگ کر کے دیکھا جائے تو
ان کے اندر بعض جگہ افسانہ چھپا نظر آئے گا۔"

(فن افسانہ نگاری، وقار عظیم، ۱۹۹۰ء صفحہ-۱۳)

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

بن کر ادب کا جزو لاینفک بن گیا۔ اس کے تاریخی سفر کا جائزہ کئی جہتوں سے لیا گیا ہے کیونکہ اردو افسانہ اپنے کم وبیش سوسالہ زندگی میں موضوع، اور تکنیک کے اعتبار سے جس قسم کے تجربات و رجحانات سے دوچار ہوا، اسے سمجھنے کیلئے بقول فرمان فتحپوری ہم اسے چار دور میں تقسیم کر سکتے ہیں:

1) دور اوّل ۱۹۰۰ء تا ۱۹۳۰ء

2) دور دوم ۱۹۳۰ء تا ۱۹۴۷ء

3) دور سوم ۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۰ء

4) دور چہارم ۱۹۶۰ء تا حال

دور اول ۱۹۰۰ء تا ۱۹۳۰ء - تخیلی ورومانی رنگ وآھنگ:

ادوار کی رو سے یہ دور سب سے زیادہ طویل ہے اور اس دور کے افسانوں میں دو خاص نظریے ومیلانات حاوی نظر آتے ہیں تخیلی ورومانی رنگ وآہنگ کے پس منظر میں یہ حقیقت کارفرما تھی کہ اردو افسانہ داستان گوئی کی جکڑ بندیوں سے ہنوز آزاد نہیں ہوا تھا۔ جس میں تخیل کی پرواز کو تمام تر اولیت حاصل تھی۔ اردو افسانہ نگاروں نے داستان گوئی کی روایت کے زیر سایہ تربیت حاصل کی تھی۔ لامحالہ اس نے ابتدا میں تخیلی انداز نظر کو ہی اپنایا۔ سجاد حیدر یلدرم، ل۔ احمد، نیاز فتحپوری، مجنوں گورکھپوری جیسے رومانی افسانہ نگاروں کے یہاں حقیقت نگاری کی بہ نسبت تخیل آفرینی کے رجحان نے زیادہ شدت اختیار کرلی اور انہوں نے افسانے کا جو پیکر تراشا اس میں ارضی مظاہرے کے ساتھ ساتھ افسانہ نگار کا رشتہ کچھ ایسا مضبوط نہیں تھا۔ یہ سب افسانہ نگار ایک تخیلی فضا میں جی رہے تھے اور محبت کے افلاطونی نظریے کی عکاسی، حسن کے غیر ارضی تصور کی نقاب کشائی اور مظاہر پر ایک بناوٹی نظر دوڑانے کے عمل میں پیش پیش تھے۔ غالباً یہی وجہ رہی کہ ان کے یہاں کردار نگاری کا عمل بالکل ناقص ہے۔ انہوں نے ماحول کی ہر کروٹ یا رجحان کو ایک علامتی منظر سے واضح کیا ہے چنانچہ اسی وجہ سے کردار کے بجائے مثالی نمونے ٹائپ کی پیش کش میں خود کو محصور کر رکھا تھا۔ بعض اوقات تو اعلیٰ انسانی قدروں مثلاً حسن، سچائی، محبت، دشمنی وغیرہ کو

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

آزادی کی لہر نے پورے ہندستانی معاشرے کو اپنے لپیٹ میں لے لیا تھا۔ایک طرف قومی رہنما لوگوں میں جذبہ آزادی اور بغاوت کا نعرہ بلند کررہے تھے تو دوسری طرف قلم کے سپاہیوں نے اپنے قلم کے ذریعہ جذبہ حب الوطنی اور قومی آزادی کی لہراور تیز کردی۔جذبہ حب الوطنی اور حریت پسندی کی ایک نئی فضا پورے ہندستان میں پھیل گئی انفرادی واجتمائی سطح پر عوام میں غلامی اور بیرونی سامراج کے خلاف نفرت کے جذبات شدت اختیار کر چکے تھے۔شاعر ہو یا ادیب سبھی نے اسکا اثر قبول کیا۔نوجوانوں کا ایک گروہ جولندن مین زیر تعلیم تھا اس گروہ میں احمد علی، علی عباس حسینی، قاضی عبدالغفار، سجاد ظہیر، رشید جہاں وغیرہ شامل تھے۔یہ سب کے سب جدید علوم سے آراستہ تھے۔نئی سوچ اور تازہ فکر کے ساتھ ادب کے میدان میں داخل ہوئے۔ ہرایک نے اپنے اپنے نقطہ نظر کی تبلیغ کے لئے جہاں طبع زاد افسانے تخلیق کئے وہیں دوسری زبانوں کے افسانوں کے تراجم بھی کئے۔جب ''انگارے'' کے نام سے احمد علی، سجاد ظہیر، رشید جہاں وغیرہ کے افسانوں کا مجموعہ منظر عام پر آیا تو نہ صرف ادب کی دنیا میں تہلکہ ہوا بلکہ حکومت بھی کانپ اٹھی اور جلد ہی اس کتاب کو حکومت نے ضبط کرلیا۔اس کے بعد ۱۹۳۶ء میں بمقام لکھنؤ ''انجمن ترقی پسند مصنفین'' کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا۔اس انجمن کی صدارت پریم چند نے کی اور اپنے جلسہ صدارت میں انہوں نے ان نکات پر زور دیا کہ ادب کا کام محض دل بہلا وانہیں بلکہ اس منشور کے خاص نکات یہ تھے۔

''۱) ادیبوں کا فرض ہے کہ وہ زندگی میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا بھر پور اظہار کریں۔

۲) ادب اور آرٹ کو رجعت پسند طبقوں کے چنگل سے نجات دلائیں۔

۳) ادب میں سائنسی عقلیت پسندی کو فروغ دیں اور ترقی پسند تحریکوں کی حمایت کریں۔

۴) ادب کو عوام سے قریب لایا جائے اور مستقبل کی تعمیر کا موثر ذریعہ بنایا جائے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

۵) زندگی کے بنیادی مسائل بھوک، افلاس، سماجی پستی اور غلامی کو ادب کا موضوع بنایا جائے۔"

(اردو افسانہ اور افسانہ نگاری۔فرمان فتح پوری، دہلی ۱۹۸۲ء، صفحہ-۱۶)

اس انجمن میں جو لوگ شامل تھے ان میں بیشتر افسانہ نگار تھے۔لہٰذا اس کے اثر سے جلد ہی افسانہ نگاری زندگی کے مسائل کا عکاس بن گئی۔سماجی و سیاسی شعور پوری آب و تاب کے ساتھ ادب میں نمودار ہونے لگا۔تخیلی رومانی دنیا کے بجائے اب ادیب کا رشتہ جیتی جاگتی زندگی سے بن گیا تھا زندگی میں ہونے والی تکالیف و تبدیلی، اشتراکیت و جمہوریت، مذہبی اجارہ داری، طبقاتی کشمکش، نفسیاتی و جنسی مسائل، آزادی و غلامی، یہ بھی مسائل زیر بحث آئیں۔

"ترقی پسندوں نے افسانہ کو اس لئے فروغ دیا کہ ادب سے جس قسم کا وہ کام لینا چاہتے تھے اس کے لئے افسانہ موزوں ترین وصف تھا۔"

(افسانے کی حمایت میں، شمس الرحمٰن فاروقی، دہلی، صفحہ-۹)

اردو افسانہ نگاری میں یہ دور نہایت ہی اہم ثابت ہوا۔نئے لکھنے والوں نے اپنی تحریروں کے ذریعہ فن افسانہ نگاری کو تکنیک اور موضوع دونوں اعتبار سے مالا مال کیا اور یہ دور فن افسانہ نگاری کے لئے ایک نئے دور کا آغاز ثابت ہوا۔

دور سوم ۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۰ء - بٹوارہ سے پیدا شدہ مسائل :

اس دور کو ہندستان کی تہذیب کبھی فراموش نہیں کر سکتی کیونکہ ۱۹۴۷ء اپنے ساتھ آزادی کی روشنی تو لایا لیکن دلوں کو ٹکڑے کر کے۔ایک ملک کو دو حصوں میں بانٹ کر ہندستان اور پاکستان کا نعرہ بلند کیا گیا۔ایک بھائی کو اپنے دوسرے بھائی کے خلاف کھڑا ہونا پڑا۔انگریزوں کی چالبازی رنگ لائی، ملک کی تقسیم نے دلوں کو بھی تقسیم کر دیا، اس کا اثر نہ صرف عوام پر پڑا بلکہ ادباء و شعرا بھی اس اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔الگ الگ ملکوں کے شہری ہونے کی وجہ سے ادیبوں شاعروں کی نہ صرف جغرافیائی وفاداریاں تبدیل ہو گئی تھی بلکہ دونوں ملکوں کے لکھنے والوں کے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

یہاں سوچ وفکر کا سرچشمہ بھی بدل چکا تھا۔

"ہمارا افسانہ فن کی اس بلندی تک پہنچا تھا کہ تقسیم کے بعد رونما ہونے والے غیر معمولی واقعات نے اس کی فنی روایت کے تسلسل کو ختم کر دیا۔"

(داستان سے افسانے تک۔ وقار عظیم، علی گڑھ ۱۹۹۴ء صفحہ-۳۴۲)

اب بیرونی سامراج کے مظالم، غلامی کی لعنت کے وہ بیان جو آزادی سے قبل ان کے موضوعات تھے اب بدل چکے تھے، بلکہ اب تو وہ آزاد تھے اور اپنے ملک وقوم کی تقدیر خود اپنے ہاتھوں لکھ سکتے تھے لیکن وہ ابھی ایک نئی صبح سے لطف اندوز بھی نہ ہونے پائے تھے کہ گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر، قتل وغارت کی آندھیوں میں مٹ گئے۔ دونوں ملکوں میں مذہب وملک کے نام پر خون کی ہولی کھیلی جانے لگی۔ گلی کوچے محلے اس میں ڈوب گئے۔ آدمی اب آدمی نہ رہا وہ درندہ بن چکا تھا۔ بھائیوں کے سامنے بہنوں کی عصمتیں لوٹی گئیں اور قتل وخون کا ایسا بازار گرم ہوا کہ پوری انسانی تہذیب اس میں نہا گئی۔

"اس کی روانی ایک تاریخی حادثے اور انقلاب کی وجہ سے ایک بارگی رک گئی اور ایک مدت تک دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے بہتے ہوئے دریا کے سامنے ایک آہنی دیوار کھڑی ہوگئی ہے اور یہ دریا (افسانہ) ہمیشہ کے لئے بہنا بھول گیا، لیکن دریاؤں کی فطری روانی کے راستے میں ایک عظیم حادثے اور انقلاب کے حائل ہونے کا نتیجہ بھی یہی ہوا کہ تھوڑے دن تک بظاہر رکے اور پھر ٹھہرے رہنے کے بعد اس میں ایک جوش پیدا ہوا اور دریا نے اپنے لئے ایک نئی راہ ڈھونڈ نکالی۔"

(داستان سے افسانے تک۔ وقار عظیم، علی گڑھ ۱۹۹۴ء، صفحہ-۳۴۲)

جب ہر طرف ایسا ماحول ہو تو ظاہر ہے اس سے ادیب وفنکار خود کو نہیں بچا سکتا۔ تخلیق میں

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

بھی اب ہر طرف انسانیت کا خون بہنے لگا۔ ”کھول دو“ ”ٹوبہ ٹیک سنگھ“ ”امرتسر ایکسپریس“ جیسے افسانے منظر عام پر آنے لگے جسے پڑھ کر آج بھی انسانی تہذیب شرمندہ ہو جاتی ہے کہ کبھی ایسا بھی انسان کے ہاتھوں ہوا تھا۔ اپنوں کی بے حسی و بے غیرتی بدنظمی و بدعنوانی، لوٹ کھسوٹ، جبر و ظلم پر مبنی موضوعات اردو افسانے میں عام ہو گئے۔ بٹوارہ، ہجرت و فسادات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے واقعات افسانہ نگاروں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔

> ”ہمارے جو افسانہ نگار ماحول کے اس اچانک حملے کی وجہ سے بھونچکا اور دم بخود رہ گئے تھے انہوں نے پھر آنکھیں کھولیں اور پھر اپنے گرد و پیش کی زندگی کا جائزہ لینا شروع کیا۔ لیکن اس جائزے میں انہیں زندگی کی صورت ہی بدلی ہوئی نظر آئی۔ ہر چیز نئی نئی سی، ہر چیز تباہ شدہ اور مسخ۔ انسان اور انسانیت کو آنکھوں نے ہر طرف خاک و خون میں لت پت دیکھا۔ انسانیت کی وہ ساری قدریں جنھیں انسان نے ہزاروں برس کی محنت و مشقت سے پالا پوسا اور پروان چڑھایا تھا۔ مجروح، سسکتی ہوئی، مرتی ہوئی دکھائی دیں اور یوں معلوم ہوا جیسے نظر کے لئے اب تباہی، بربادی، اور نیستی کے سوا کوئی منظر باقی نہیں رہا اس لئے تڑپتے، تلملاتے ہوئے افسانہ نگار بے بس انہیں مناظر کی منظر کشی، اس تباہی و بربادی کے ماتم اور زندگی کے زخموں کے مرہم کی جستجو کو اپنا مقصد حیات بنا لیا۔“

(داستان سے افسانے تک۔ وقار عظیم، علی گڑھ ۱۹۹۴ء، صفحہ۔ ۳۴۲)

دور چہارم ۱۹۶۰ء تا حال :

یہ دور اردو افسانہ نگاری کیلئے ایک روشن صبح ثابت ہوئی، موضوعات کی نئی کرنیں نمودار ہوئیں، یہ کرنیں نئے پرانے رنگ لئے اور اپنی اپنی انفرادیت کے ساتھ ادب کے منظر نامے پر

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

چھا گئیں۔اس دور کے افسانوں میں قدیم وجدید ہر قسم کے موضوعات ادب کا حصہ بنیں۔لیکن بعض موضوعات ونظریات اس دور کی افسانہ نگاری پر حاوی نظر آئیں گی۔اور یہی وہ موضوعات ہیں جو اس دور کی عصری وفنی رویے کا مظہر ہیں اور انہی کے وجود سے آج کا افسانہ پہچانا جاتا ہے۔یہ وہ زمانہ ہے جب قومی وبین الاقوامی سطحوں پر سیاسی وسماجی حالات کا منظر نامہ بڑی تیزی سے بدل رہا ہے۔اور اس تبدیلی نے نہ صرف برصغیر ہندوپاک کو متاثر کیا بلکہ ساری دنیا کو متاثر کیا۔جمہوریت کی ناکامی اور آمرانہ اقدامات سے ملک کے سیاسی واقتصادی حالات میں بدتری آئی اور مہنگائی وبے روزگاری میں اضافہ ہوا۔امیر اور امیر،غریب اور غریب بنے۔مجموعی طور پر اس دور نے پوری قوم وملت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔اور اس کا اثر ہم افسانوں میں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔

> "ان افسانہ نگاروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان سب نے بین الاقوامی حالات پر نظر رکھ کر یہ دیکھا ہے کہ ان حالات کی لہریں کس طرح ان کی محدود زندگی اور ماحول میں نئی نئی لہریں پیدا کرتی ہیں کس طرح سیاست،معیشت اور اخلاق کے ڈانڈے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ کس طرح ایک آدمی کا عمل اور انداز فکر ساری دنیا کی سیاست اور معیشت کی پیدا کی ہوئی گتھیوں اور الجھنوں کا عکس ہے۔"

(داستان سے افسانے تک۔وقار عظیم،علی گڑھ،۱۹۹۴ء،صفحہ-۳۵۲)

ان تمام موضوعات کے علاوہ اور بھی کئی محرکات ادیبوں کے ہاتھ آئے۔ان میں نئے علوم کی درآمد،جدیدیت کا نظریہ،عدم تحفظ کا احساس اور بھری دنیا میں بھی خود کو تنہا محسوس کرنے کا خوف یہ تمام مسائل اس شدت سے ادب کے منظرنامے پر وجود میں آئے کہ ادب نے بھی اپنا چولا بالکل نیا اوڑھ لیا اور اب ادب اس بیان کا گواہ بن گیا جس نے اپنے تکنیک کو تبدیل کر دیا اور ادب فنی تکنیک کی پابندیوں سے آزاد ہو گیا۔اب کسی واضح پلاٹ،کردار،تاثر کی ضرورت نہ رہی بلکہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اسے عہد حاضر کی پر پیچ اور حیران کن زندگی کا ہمنوا بنا دیا گیا۔ یہ تکنیک علامتی یا استعاراتی افسانہ کہلایا۔ ایسے افسانوں میں افسانہ نگار اپنے ذاتی مشاہدے اور تجربے کو اپنی داخلیت میں سمو کر زندگی کے کئی ایک پہلو کو بیک وقت پیش کرتا ہے۔

''یہ نئے لکھنے والے جس طرح موضوع کے معاملے میں حقیقت شناسی اور نکتہ رسی کا ثبوت دے رہے ہیں اور پرانی راہوں پر چلنے کے بجائے ان راہوں پر چل رہے ہیں جن پر زندگی کے نئے نئے مسائل کا سراغ ملتا ہے۔ اسی طرح اظہار کے معاملے میں بھی نئے تجربوں سے نہیں گھبراتے۔ اپنے فن کی پوری روایت ان کی نظر میں ہے۔ انہوں نے اس کا اثر قبول کیا ہے، اسے اپنے مزاجوں میں رچایا ہے، اور اسی کی بنیاد پر اظہار کے نئے نئے تجربے بھی کئے ہیں انہوں نے اشاریت، ایمائیت، ایجاز و تفصیل سے حسب موقع کام لیا ہے۔''

(داستان سے افسانے تک۔ وقار عظیم، علی گڑھ، ۱۹۹۴ء، صفحہ-۳۵۳)

☆☆☆

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner